

سیرتِ شیخ سعید رحمہ اللہ..... ایک رفیق جہاد کے مشاہدات

شیخ عطیۃ اللہ حفظہ اللہ / مترجم: محمد متشی حسان

تنظیم القاعدہ بلادِ خراسان کے مسئولِ عام شیخ سعید (مصطفیٰ ابویزید) رحمہ اللہ کی شہادت کے موقع پر آپ کے نائب، مجاہد عالم دین، شیخ عطیۃ اللہ (حفظہ اللہ) کی ایمان افروز تحریر جو آپ کی سیرت کے چند نمایاں گوشوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ (مدیر)

ایسے صالحین کی زندگیوں کو ضبطِ تحریر میں لانا جو امتِ مسلمہ کے مردوں اور عورتوں کے لیے نمونہٴ عمل ہوں اور ان کا تذکرہ امت کو اعمالِ صالحہ کی جانب ترغیب دلاتا ہو، یقیناً جہاد فی سبیل اللہ کا حصہ ہے۔ جہاد باللسان و جہاد بالقلم اسی کا نام ہے کیونکہ یہ امت میں خیر و صلاح کے فروغ، فربضہٴ ”دعوت الی اللہ“ کی انجام دہی اور رب تعالیٰ کے کلمے کی سر بلندی کا باعث بنتا ہے۔

اسی لیے جب ادارہٴ حطین کے بھائیوں نے اجر و ثواب کی نیت لیے، مجھے شیخ مصطفیٰ ابویزید رحمہ اللہ کی سیرت پر کچھ لکھنے کی دعوت دی تو میں نے بلا تامل اس دعوت کو قبول کر لیا، تاکہ میں بھی ان کے ساتھ اجر و ثواب میں شریک ہو سکوں۔ میں اس کام کی انجام دہی میں رب تعالیٰ سے ہی مدد طلب کرتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔

معاصر صالحین کی سیرتوں کو ضبطِ تحریر میں لانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ان کے مطالعے سے ہمیں انبیاء علیہم السلام و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک اسوے سے قریب ہونے کی عملی راہیں بھائی دیتی ہیں اور ہمارے دلوں میں بھی یہ امید جڑ پکڑتی ہے کہ آج بھی ان اعلیٰ ہستیوں کی اتباع ایک ممکن امر ہے۔ اپنی زندگی کو سلفِ صالحین کے مبارک سانچوں میں ڈھالنے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ یہ ہوتی ہے کہ بس یہ بات ذہن میں جمائی جائے کہ وہ لوگ ہم سے بہت پہلے گزر گئے، ان کا کردار بھی جد تھا (اور ان کا زمانہ

بھی اس زمانے سے الگ تھلگ)، ان کے دور میں برکت تھی، انھیں رب تعالیٰ کی جانب سے خصوصی اسباب میسر تھے، اور ان کے کردار و سیرت کی رفعت و بلندی کا سبب خود آنحضرت ﷺ کی ان میں موجودگی تھی اور (بعد کے تابعین و تبع تابعین کو بھی) ان سے زمانی قربت میسر تھی۔ اگرچہ یہ سب عوامل فی نفسہ درست ہیں، لیکن اگر کسی کے ذہن میں بس یہی باتیں راسخ ہوں اور وہ سلف کی نیکو کاری و تقویٰ کا واحد سبب فقط انہی امور کو سمجھ لے تو یہ سوچ پست ہمتی کا باعث بنتی ہے۔ قرب الہی اختیار کرنے کے لیے سلف نے عملاً جو مجاہدات کئے، خود کو سنت میں ڈھالنے کے لیے جو مشقت اٹھائی اس سے صرف نظر کرنا آج کے انسان کو ان مثالی نمونوں کی اقتداء و پیروی سے روک دیتا ہے اور یہ تصور پختہ کر دیتا ہے کہ عصر حاضر میں سلف سے مشابہ پاکیزہ سیرتیں وجود میں آنا ناممکن ہے۔ اس کے برعکس معاصرین کے اسوے تو زندہ و جاوید تصویریں ہوتی ہیں جنھیں مذکورہ بالا پردوں میں چھپایا نہیں جاسکتا اور ان کی سیرتوں کا تذکرہ عمل پر ابھارنے کا باعث بنتا ہے۔ تاہم یہ حقیقت بھی غاظر نشیں رہے کہ سیرت رسول اکرم ﷺ اور سیر صحابہؓ ہر دور کے انسانوں کے لیے بطور نمونہ کافی و شافی ہیں، اور اصلاً تو ان کے بعد کسی اور نمونے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ (صاحب تحریر)

شیخ سعید رحمہ اللہ کی نصف زندگی ہجرت و جہاد کی راہوں میں بسر ہوئی، جس میں انھوں نے مجاہدین امت کے سفر جہاد کو مختلف نشیب و فراز سے گزرتے دیکھا۔ شیخ سعید رحمہ اللہ نے چھوٹی عمر میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ آپ عفو ان شباب ہی سے بہت رقیق القلب واقع ہوئے تھے، دل ہر لمحہ مسجد میں اٹکا رہتا اور آپ شریعت کی حاکمیت دیکھنے کے لیے بے قرار اور احیائے خلافت کے لیے بے چین رہتے۔ اسی تڑپ نے آپ کو راہ جہاد اختیار کرنے پر مجبور کیا اور جلد ہی آپ کی زندگی میں وہ موڑ بھی آگیا جب جماعۃ الجہاد مصر کا رکن ہونے کے سبب آپ کو انور سادات کے قتل میں شرکت کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ کچھ ہی عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے آپ کو رہائی عطا فرمائی اور آپ مصر کے ان دیگر گول حالات کو دیکھتے ہوئے وطن چھوڑ کر نکل آئے، حجاز پہنچ کر حج و عمرہ کے فرائض سرانجام دیے اور اپنے اگلے سفر کے انتظام و انصرام کی غرض سے وہیں کچھ عرصہ انتظار میں گزارا۔ اس کے بعد آپ تبلیغی جماعت کے ہمراہ بنگلادیش پہنچے، جہاں سے آگے آپ نے اپنی منزل افغانستان کا رخ کیا اور ۱۹۸۶ء میں سرزمین افغانستان میں قدم رکھا۔ یوں آپ اپنے سفر کی مختلف گھاٹیاں طے کرتے کرتے بالآخر اپنی منزل کو جا پہنچے۔ آپ اپنی داستان زندگی کے یہ لطیف واقعات اپنے آخری ایام تک ہمیں سناتے رہے اور آپ کو بھی یقین نہ آتا تھا کہ آپ کس طرح ان تمام حالات سے خیریت سے گزر آئے۔

پس یقیناً آپ کی سیرت میں بہت سے اسرار پوشیدہ ہیں، شاید آپ کی صفات و واقعات کا تذکرہ ہمیں ان اسرار میں سے بعض کا ادراک کرا سکے۔

آپ کے اخلاق میں سے پہلی چیز جو ہر ملنے والے کو متاثر کرتی تھی، وہ آپ کے دل کی نرمی تھی۔ جو آپ کے چہرے کی بشارت، خندہ پیشانی، شگفتگی کلام، کشادگی داماں، سماحت، شرم و حیا، تواضع و انکساری، تمام مسلمانوں کے لیے محبت اور کمزوروں و مساکین کے لیے قربت جیسے مظاہر کی صورت میں واضح طور پر جھلکتی تھی۔ پس اسی صفت کی بدولت جو شخص بھی آپ سے پہلی مرتبہ متعارف ہوتا تو اسے آپ سے محبت و انس کا رشتہ قائم کرنے اور خود کو آپ کے دوستوں کی فہرست میں شامل کرنے کے لیے زیادہ محنت اور طویل مدت درکار نہ ہوتی۔ بلکہ وہ چند ہی لمحات میں یوں محسوس کرنے لگتا گویا وہ آپ کو مدت دراز سے جانتا و پہچانتا ہے۔

اجتماعی زندگی کے مشاغل، باہمی انس و ملاطفت اور دوستوں ساتھیوں سے میل ملاپ، آپ کو اپنے روزمرہ معمولات قیام اللیل، تلاوت قرآن، پابندی اذکار، نمازوں کے بعد درس و تذکیر کے ذریعے فریضہ دعوت کی ادائیگی وغیرہ سے دور نہ کر پاتا تھا۔ آپ کی شخصیت اللہ تعالیٰ کی جانب بلانے والے داعی کی شخصیت تھی اور یہ داعیانہ خو آپ کی طبیعت کی گہرائیوں میں پیوست نظر آتی تھی۔ آپ مرکز، مسجد یا ضیافت گاہ جہاں بھی ہوں، اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ مطالعہ و کتاب کی محفل منعقد کرنا پسند فرماتے تھے اور اگر آپ خود ایسا نہ کر پاتے تو کسی اور بھائی کی ہمت بڑھاتے اور اسے آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے۔ آپ فی الجملہ ایک ایسے داعی اور معلم تھے جو زندگی بھر تذکیر و یاد دہانی کے کام سے منسلک رہے۔ اسی شدید روحانی میلان کی وجہ سے آپ تبلیغی جماعت کو پسند فرماتے تھے اور ان کی غلطیوں اور ان پر کی جانے والی تنقید کو جانتے ہوئے بھی ان کے اخلاص، ان کی داعیانہ صفات اور ان کی پاکیزہ دینی مجالس کے سبب ان کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ خود مجھ سے کہا کہ آپ تبلیغی جماعت کی ان خصوصیات کے سبب ان کو پسند کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جہادِ روس کے ایام میں آپ کبھی کبھار تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں شرکت کے لیے افغانستان سے سفر کر کے پنجاب جاتے اور ان کی مجالس میں وقت گزارتے۔ درحقیقت تبلیغ کے کام کی سمت آپ کی یہ رغبت آپ کے دل میں موجزن اس داعیانہ تڑپ کا نتیجہ تھی جس کے سبب آپ نے یہ پختہ عزم کر رکھا تھا کہ آپ جہاد کے ساتھ بھی اس فریضے کو نبھاتے

رہیں گے۔ ہم تو بعض اوقات خلوت میں بیٹھے ہوئے (بطور مذاق) انھیں ’تلیغی‘ کہہ کر پکارتے تھے، بلکہ بعض مراحل میں تو ہم نے خفیہ پیغام رسانی میں بھی آپ کے نام کی جگہ اس لقب کو استعمال کیا۔

جس کسی کو بھی شیخ سعید رحمہ اللہ کے ساتھ رہنے اور انھیں قریب سے جاننے کا موقع ملا تو اس نے ان میں دیگر کئی اخلاق اور فضائل بھی موجود پائے اور ان میں موجود خیر و بھلائی کے کتنے ہی روشن پہلو اس پر عیاں ہوئے۔ مذکورہ بالا اخلاق کے علاوہ ان میں موجود خصوصی صفات اور فضائل یہ تھے: صفائے قلب، حسن ظن، تدبیر، بردباری، تواضع، قوت صبر، فراخی نفس، شجاعت و بہادری، عالی ہمتی، یقین، اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور دینداری و تقویٰ۔

شیخ سعید رحمہ اللہ کبھی کسی مسلمان سے کینہ و حق نہ رکھتے تھے۔ آپ کی آخری عمر میں جب افغانستان میں صلیبی جنگ کا آغاز ہوا اور آپ کے کندھوں پر مسئولیت کا بھاری بوجھ ڈالا گیا۔ آپ کو بعض مرتبہ جھگڑوں اور تلخیوں کا سامنا ہوا اور ایسے تنازعات میں الجھنا پڑا جنہیں آپ ناپسند کرتے تھے۔ آپ کا نفس ان سے تنگ پڑتا اور آپ غمگین ہوتے، مگر اس کے باوجود آپ نے کبھی کسی بھائی کے متعلق اپنے دل میں بغض و کینہ نہ رکھا۔ آپ کو لوگوں کی بدزبانی اور ناحق تہمتوں کی خبر پہنچتی تو آپ اللہ کے ذکر میں پناہ ڈھونڈتے اور اس پر غم و افسوس کا اظہار کرتے۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد اگر آپ کے سامنے اس گالی دینے والے شخص کا دوبارہ تذکرہ ہوتا تو آپ اس کی تعریف ہی بیان کرتے، اس کا ذکر خیر کرتے، اسے بھائی کہہ کر پکارتے، اس کے حق میں دعا کرتے، اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے اجر و ثواب طلب کرتے اور اس کے محاسن بیان کرتے، گویا کہ اس شخص نے کبھی آپ کو گالی دی ہی نہ ہو اور نہ ہی کوئی برائی بیان کی ہو۔ یہ دیکھ کر گمان ہونے لگتا تھا کہ شاید شیخ کو بھول ہوئی ہے اور اس شخص کا نام کسی دوسرے شخص سے خط ملط ہوا ہے مگر ایسا نہ ہوتا تھا، بلکہ شیخ خود جان بوجھ کر ایسے امور کو بھلا دیتے تھے اور آپ کا حسن ظن، صفائے قلب، مسلمانوں کی قدر، مجاہدین فی سبیل اللہ کا احترام اور آپ کے دل میں موجود ایمان، ہجرت و جہاد کی تعظیم آپ کو ایسا کرنے پر مجبور کرتی تھی۔

ایک مرتبہ میدان جہاد میں موجود ایک بھائی نے آپ کو ایک انتہائی سخت خط لکھا جو سب و شتم اور بے جا تہمتوں پر مشتمل تھا تو آپ اپنے حلم اور وسعت نفس کے برعکس غصہ

ناک ہو گئے، یہاں تک کہ آپ نے شیخ ابویکٹی حفظہ اللہ سے بات کی کہ آپ اس بھائی کے ساتھ ہونے والے معاملے کو محکمہ شرعیہ (شرعی عدالت) کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ مگر کچھ ہی دن بعد جب آپ کے سامنے اس بھائی کا دوبارہ تذکرہ ہوا تو آپ اس کی تعریف کرنے لگے اور کہنے لگے کہ وہ بہت ہی اچھا بھائی ہے، اور آپ نے اس کی غلطی سے درگزر کر دیا۔

میں نے جب کبھی شیخ سے ان تنازعات کے بارے میں پوچھا جو آپ کے اور کچھ دیگر بھائیوں کے درمیان ہوئے تھے تو آپ ان کی بابت اعتدال سے بات کرتے تھے؛ اور ان تنازعات کی تفصیل کو جہاں تک ممکن ہوتا، ان بھائیوں کی تعریف، ان سے درگزر اور ان کے بارے میں نرمی و شفقت کے جذبات پر ختم کرتے تھے۔

پھر جہاں تک معاملات میں غور و فکر، تدبر اور ٹھہراؤ کی بات ہے تو یہ صفات آپ کی فطرت میں شامل تھیں، آپ کے افعال میں اس کی جھلک نظر آتی تھی اور آپ کی سیرت اس کا عکس تھی۔ یہ صفات آپ کی طبیعت کا ایسا جزو بن چکی تھیں کہ جلد باز شخص آپ کے ساتھ صبر نہ کر پاتا اور زیادہ تیز طبع فرد آپ کی صحبت میں بے چین ہو جاتا۔ مگر درحقیقت یہ آپ کی محمود اور قابل مدح صفات تھیں، کیونکہ اخلاق و فضائل سمیت تمام اعمال میں اصل اعتبار خاتمہ کا ہے۔ اور بالعموم آپ کے غور و فکر اور ٹھہراؤ کا انجام اچھا ہی نکلتا تھا؛ اور ہر اچھائی کی توفیق اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ ہمارے گمان کے مطابق شیخ سعید رحمہ اللہ انھی خوش بخت اہل توفیق میں سے تھے اور اللہ نیکو کاروں ہی کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ چنانچہ میں صاف دیکھتا تھا کہ آپ کے تحمل و بردباری اور کام میں وقتی تاخیر کے باوجود بالآخر آپ کے کام اس قدر تھوڑے وقت میں پایہ تکمیل کو پہنچ جاتے کہ مجھے تعجب ہونے لگتا۔

اوپر جو کچھ بیان ہوا، اس سے آپ کی بردباری بھی جھلکتی ہے۔ اور جہاں تک صبر کا تعلق ہے تو یقیناً آپ 'صابرین' میں سے تھے، ہم آپ کے بارے میں ایسا ہی گمان رکھتے ہیں۔ آپ کی شخصیت میں صبر کے مختلف پہلوؤں کا عکس نظر آتا تھا۔ طاعت الہی پر قائم رہنے میں صبر اور رب کی معصیت سے بچے رہنے پر صبر۔ پس آپ ہجرت و جہاد کی راہوں کی تمام مشکلات پر صابر و شاکر رہے اور استقامت کو لازم پکڑا۔ آپ تکالیف پر صبر کرتے تھے، تھوڑے پر بھی گزارا کرتے تھے،

مسلمانوں اور مجاہدین کے درگوں حالات کی درستگی کے لیے سرگرم عمل رہتے تھے۔ صبر تو آپ کی شخصیت کا حقیقی شعار تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل پیرا رہتے تھے، کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾ (البقرة: 153) ”اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو۔“

آپ اکثر اس آیت کو پڑھتے تھے اور اپنی نصیحتوں میں اس آیت کو شامل رکھتے تھے۔ آپ مشکلات میں نماز کی طرف رجوع کرتے اور تہجد کی شدت سے پابندی کرتے تھے۔ آپ نفل روزے بھی رکھتے تھے۔ میں نے آپ کو مسلسل روزے رکھتے تو نہیں دیکھا، البتہ آپ کثرت سے علیحدہ علیحدہ روزے رکھا کرتے تھے۔

آپ کی شخصیت میں صفت صبر کا ایک اہم پہلو یہ تھا کہ آپ صبر کرنے والوں کو پسند کرتے تھے اور انسان کی اچھائی مانپنے کے لیے اس کے صبر کو معیار جانتے تھے۔ آپ جب کبھی کسی انسان کی تعریف کرتے تو اس تعریف کے پیچھے لازماً اس شخص میں پائے جانے والی صبر اور دینداری و عبادت گزاری کی صفات ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ بھائی ابو اسلام مصری کی شہادت کے بعد جو اپنے صبر، حلم اور نرمی کی وجہ سے معروف تھے میں نے ان کی سیرت کا تذکرہ آپ کے سامنے کیا، اور میں آپ سے کہنے لگا: میرا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو اسلام سے کہیں گے کہ ”ہم نے تجھے صابر پایا“، تو یہ سن کر آپ بہت متاثر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کا بندھن بھی ایک صابرہ خاتون سے باندھا تھا، جنہوں نے راہِ خدا میں صبر کرنے میں آپ کی بھرپور اعانت کی۔ اور آپ کی ایک بیٹی معذور بھی تھی جو جہادِ اول کے بعد سوڈان میں پیدا ہوئی تھی۔ اسے بچپن ہی سے خون کی بیماری تھی جو بعد میں بڑھتی گئی، یہاں تک کہ اس کی وجہ سے وہ معذور ہو گئی۔ دس سال کی عمر میں بھی وہ ایسی تھی جیسے چند ماہ کی بچی ہو؛ نہ وہ بیٹھ سکتی تھی، نہ کھڑی ہو سکتی، نہ چل اور نہ بول سکتی تھی۔ فقط وہ اپنے ماں باپ کی جانب مسکرا کر دیکھتی تھی اور وہ دونوں اس کی خدمت کرتے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت و برکت کی امید رکھتے تھے۔ دونوں میاں بیوی ایک دن کے لیے بھی اس سے اکتائے نہیں۔ آپ کی اہلیہ صبر کے ساتھ اپنی بیٹی سے راضی رہیں، یہاں تک کہ وہ اسی بیماری کی وجہ سے چند ماہ کے فرق سے اسی سال فوت ہو گئی جس

سال والدین اور اس کی دوسری بہنیں بھی شہادت سے سرفراز ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب رحم فرمائے، آمین!

ان صفات کے علاوہ جہاں تک شجاعت و بہادری کا تعلق ہے تو میں نے کئی مواقع پر ان کے دل کی بہادری کا مشاہدہ کیا ہے جو مشکل ترین حالات میں استقلال، بلا خطر حق بات کہہ ڈالنے اور اس پر عمل کر گزرنے کی صورت میں ظاہر ہوتی تھی۔ اور جہاں تک آپ کے تواضع، غریبوں محتاجوں سے محبت اور ان کا احترام کرنے کی بات ہے تو یہ خوبیاں تو آپ کی پہچان تھیں۔ اسی وجہ سے آپ کی انصار اور عوام کے ساتھ والہانہ محبت معروف تھی اور ان سے آپ کا قرب کیا ہی خوب تھا۔

اسی طرح سخاوتِ نفسی اور عالی ہمتی بھی آپ کی شخصیت کا خاصہ تھا۔ آپ اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مصروف ہوں، عبادات و مجاہدے میں مشغول ہوں یا آپ کی عزت نفس و خود داری کا معاملہ ہو، ہر جگہ آپ عالی ترین شے پسند کرتے تھے اور نگاہ بلند اور مقاصد رفیع رکھتے تھے۔ اسی طرح علوم و معارف کا معاملہ ہو یا اعمالِ صالحہ کی بات ہو، ہر میدان میں آپ اپنی انتہائی کوشش صرف کرتے تھے۔ آپ عبادات کے اہتمام، راتوں کے قیام، تلاوت قرآن اور رمضان کی برکات سمیٹنے کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ بعض اوقات ہم کسی کام میں مصروف ہوتے یا سفر میں ہوتے اور اس وجہ سے ہماری رات کا اکثر حصہ بیداری میں گزر جاتا، تب بھی اگر اذان فجر کا وقت مثلاً ۵ بجے ہوتا تو آپ تمام تر تھکاوٹ اور کم خوابی کے باوجود ۴ بجے کا الارم لگاتے تاکہ اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کریں اور رات کے آخری پہر میں وتر ادا کریں۔ ہم نے آپ کو ہمیشہ ایسا ہی دیکھا کہ آپ اعمالِ صالحہ کی انجام دہی اور بھلائی کے حصول کے لیے اپنی جان کو گھلا دینے والے تھے۔

نیز آپ کی ایک نہایت ہی محمود صفت یہ تھی کہ آپ مسلمانوں کے مابین اتحاد کے شدت سے حریص تھے اور ان کے درمیان تفرقہ و تنازع آپ پر سخت گراں گزرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے افغانستان، پاکستان اور دیگر علاقوں میں مجاہدین کی صفوں کو ایک کرنے اور انھیں ایک پرچم تلے جمع کرنے کے لیے اپنی انتہائی کوششیں صرف کیں اور اس کے لیے حالات کی سنگینی اور اپنی بیماری وغیرہ کی کچھ پروا نہ کی۔ یقیناً یہ آپ کا قابل ذکر کارنامہ تھا۔

تعبت في مرادها الأجسام

وإذا كانت النفوس كبارا

پس کہاں ہیں وہ نوجوانانِ اسلام جو اس مردِ حق کی اتباع کریں اور اس اتباع میں ایک دوسرے سے مسابقت کریں؟

شیخ سعید^۱ ایک دیندار اور متقی انسان تھے۔ نحسبہ كذلك، واللہ حسیبہ۔ آپ کامل یقین اور اللہ پر مکمل بھروسہ کرنے والے تھے، اپنے مال اور کھانے پینے وغیرہ میں زہد کا خاص خیال رکھتے تھے، اپنے کلام میں بہت محتاط تھے اور زبان کو آفتوں سے بچائے رکھتے تھے، غیبت کو ناپسند کرتے اور اس سے کوسوں دور رہتے تھے، ذکر و قرآن میں ہر دم مشغول رہتے اور جہادی مشاغل و انتظامی مصروفیات کے باوجود ہر حال میں عبادت سے حظِ وافر اٹھاتے تھے۔ آپ دیگر بھائیوں کو بھی اسی بات کی تلقین کرتے تھے اور اس بات سے خوف دلاتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ انسان پر روزمرہ کے کام اس قدر حاوی ہو جائیں کہ وہ ذکر و تلاوت قرآن اور دیگر عبادات سے غافل ہو جائے۔ اسی طرح آپ نماز کا شدت سے اہتمام کرتے اور اس عبادت کی تعظیم کرتے تھے۔

اسی طرح میں نے ایک عجیب بات آپ میں یہ دیکھی کہ آپ بعض اوقات کچھ ایسے کام طے کر لیتے تھے جن سے میں متفق نہ ہوتا تھا، بلکہ بعض مرتبہ تو میری رائے آپ کی رائے کے بالکل خلاف ہوتی تھی اور میں آپ سے بحث بھی کرتا تھا؛ اور پھر کبھی میں یہ گمان کرتے ہوئے آپ کی رائے کے سامنے خاموش ہو جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی موافقت فرمائیں گے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اکثر اوقات میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی موافقت فرمائی اور وہ کام میری سوچ اور استطاعت سے بڑھ کر درست ہوا، اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت سایہ فگن ہوئی، تمام خامیاں پر ہو گئیں اور کام احسن طریقے سے مکمل ہو گئے۔ اس موقع پر میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد قاضی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قصہ ذکر کروں گا جو خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے محدث، فقیہ و قاضی حفص بن غیاث رحمہ اللہ کے تذکرے میں لکھا ہے۔ خطیب بغدادی^۲ لکھتے ہیں کہ جب حفص بن غیاث کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے تو امام ابو یوسفؒ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ اب دفتر (یعنی کتاب) کھولو اور اس میں حفص کے نادر فیصلے لکھو۔ مگر جب آپ کے اصحاب نے حفص بن غیاث کے فیصلے دیکھے تو انھیں وہ فیصلے پسند نہ آئے اور وہ کہنے لگے کہ اے ابو یوسف! وہ نادر فیصلے کہاں ہیں جنہیں لکھنے کا آپ کہہ رہے ہیں۔ جواب میں ابو یوسفؒ نے کہا: ان کے راتوں کو نماز

میں کھڑے رہنے نے ان کے یہ فیصلے درست کر دیئے! یعنی امام ابو یوسفؒ کی مراد یہ تھی کہ اس قیام اللیل کی بدولت اللہ تعالیٰ نے حفص کے فیصلوں کی موافقت فرمائی۔ (تاریخ بغداد)
آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ شیخ مصطفیٰ ابویزید پر رحم فرمائیں، اور انھیں شہداء و صالحین میں شامل فرمائیں، آمین!
